سلسلہ مطبوعات (۶۳)

حکومت کا دینی تصور

مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

باسمہ تعالیٰ

حرف اول

دورِ حاضر میں سیاسی اسلام کی اصطلاح زیرِ بحث ہے۔ جس کا مفہوم عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اقتدار و حکومت کے لئے دین اسلام کی متحرک قوت سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یوں اسمیں اقتداری مقاصد کے لئے دینی تعلیمات کے استعمال کی حکمت عملی تشکیل پاتی ہے۔ چونکہ اسمیں گروہی سوچ غالب ہوتی ہے اس لئے وہ انسانیت میں تقسیم، تشدد اور سخت گیری کے رجحانات کی نمائندہ بن جاتی ہے جس کے ردِعمل میں مذہب اور سیاست کی علیحدگی کا نظریہ بھی معاشرے میں ذہنوں کو متوجہ کرتا ہے۔ جو دیگر مذاہب کے مروجہ تعلیمات کے تناظر میں تو اپنی بھرپور افادیت رکھتا ہے مگر دین اسلام کے مزاج سے اس کی اجنبیت محتاج بیان نہیں۔

ایسے میں سیاسی حوالہ سے ایک متوازن نظریہ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جو ایک طرف اسلامی تعلیمات کی جامعیت کا بھی نمائندہ ہو تو دوسری طرف وہ معاشرہ میں انسانی وحدت کا بھی علمبردار ہو، چونکہ دین اسلام، درحقیقت انسانی فطرت کا نقیب ہے، اس لئے اس کی تعلیمات میں انسانی سماج کی نفسیات کے تمام اہم گوشوں کی نزاکت کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ روح اسلام کے عارف عصر مولانا محمد حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ نے بجا طور پر ''قانون اسلام'' کو ''عدل و آئین'' کے عصری معنوں میں استعمال کیا ہے۔

زیرِ نظر تحریر میں انہوں نے حکومت کے دینی تصور کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عمدہ وضاحت کی ہے کہ اسمیں مطلق العنانیت نہیں اور وہ شخصی آمریت کی بجائے شورویٰ طرزِ حکومت ہے کہ اسمیں شوریٰ کی بالادستی مُسلّم ہے، اور یہ کہ اسلام کے طرزِ حکومت میں کسی طرح کی گروہیت کے نظریہ اور تقسیم انسانیت کے مظاہر کی گنجائش نہیں۔

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن نے ان کی اس تحریر کو جو ''اسلام کا اقتصادی نظام'' کا حصہ ہے پمفلٹ کی صورت میں شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے جسمیں قارئین کی سہولت کیلئے بعض الفاظ کے قوسین میں متبادل معانی درج کئے گئے ہیں۔ نیز عربی عبارات کو حذف کر دیا گیا ہے، جن کو اہل علم کتاب میں براہ راست ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

امید ہے کہ زیرِ نظر پمفلٹ، دین اسلام کے تصور حکومت کو سمجھنے میں ممد و معاون ثابت ہوگا۔

چیئرمین

سلسلہ مطبوعات ۶۳

حکومت کا دینی تصور

مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

فہرست مضامین

حکومت کا دینی تصور 5

حکمران کی حیثیت 6

التزام جماعت واطاعت امیر 8

شوریٰ اور اسکی فیصلہ کن حیثیت 10

مساوات عمومی 12

معاشی وسماجی مساوات 14

حکومت برائے خدمت 19

قابل نفرت نظام حکومت 21

نام پمفلٹ .... حکومت کا دینی تصور

تحریر .... مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

طبع اول .... ستمبر 2006ء

ناشر .... شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن

پوسٹ بکس 938 گلگشت ملتان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حکومت کا دینی تصور

جب اسلام نے حریتِ انسانی کا علم بلند کیا تو سب سے پہلے یہ اعلان کیا کہ اس کے اجتماعی نظام میں حکومت، کارفرمائی اور وضع قانونِ اساسی (بنیادی قانون سازی) کا معاملہ دنیا کے کسی انسان کے ہاتھ میں نہیں ہے بلکہ اس کا حقیقی مؤسس صرف خدائے واحد ہے اور وہی واضع قوانین ہے اور ''خلیفہ'' اس کے اساسی قانون کی روشنی میں ''نیابت'' اور ''تنفیذ'' کی خدمت انجام دیتا ہے۔ (حدیث ''السلطان ظل اللہ فی الارض'' کی تسلیم صحت کے بعد اس کا مطلب یہی ہے کہ اگر سلطانِ اسلام ''خلیفہ'' کا طرزِ حکومت منہاجِ نبوت کے عین مطابق اور نیابتِ فقہ (استنباط احکام وتشریح قوانین) کا صحیح نمونہ ہے تو بلا شبہ وہ ''اللہ کا سایہ'' ہے۔ ورنہ سلطان بمعنی مطلق العنان شخصی حکمران کے لئے اسلامی نظام حکومت میں قطعاً کوئی جگہ نہیں ہے۔''

از سیوہاروی ؒ)

ارشاد خداوندی ہے۔

(۱) ''حکم خدا کے سوا کسی کا حق نہیں ہے۔'' (سورۃ یوسف آیت ۴۰)

(۲) ''وہ (خدا) ملک کا مالک ہے جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔'' (سورۃ آل عمران آیت ۲۶)

(۳) بلاشبہ زمین اللہ کے لیے ہی ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے اس کو وارث کر دیتا

ہے اور انجام متقیوں کے لیے ہی ہے۔'' (سورۃ الاعراف آیت ۱۲۸)

(۴) ''وہ (خدا) انسانوں کا بادشاہ (ہے) اور انسانوں کا خدا ہے۔ (سورۃ الناس آیت ۲،۳)

(۵) ''خبردار رہو ''حکم'' اسی خدا کا ہے۔'' (سورۃ الانعام آیت ۶۲)

حکمران کی حیثیت

اسی لیے اس نے حکومت الٰہی کے نائب کے لئے شہنشاہ، ڈکٹیٹر اور صدرِ جمہوریہ اور نیابت کے لیے شہنشاہیت، ڈکٹیٹر شپ اور جمہوریت کی تعبیر نہیں کی (اس جگہ جمہوریت کی نفی اس معنی میں ہے جس کا مظاہرہ آج کل امریکہ انگلستان اور بعض دوسرے ممالک یورپ میں نظر آتا ہے۔ از سیوہارویؒ) بلکہ خلیفہ اور خلافت کے عنوان کو اختیار کیا تاکہ ابتدائی تخیل (سوچ) میں ہی واضح رہے کہ یہاں ''نیابت الٰہی'' اور ''خدمتِ خلق'' کے علاوہ شخصی اور پارٹی اقتدار کا کوئی مقام نہیں بن سکتا۔

چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کے لیے ارشادِ ربانی ہے۔ ''میں زمین میں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں۔'' (سورۃ البقرہ آیت ۳۰) اور حضرت داؤد علیہ السلام کے لیے ارشاد ہے:۔ ''اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں اپنا نائب بنا کر بھیجا ہے۔'' (سورۃ ص آیت ۲۶) حدیث نبوی ہے کہ ''بنی اسرائیل کی سیاست (تدبیر امور) ان کے انبیاء علیہم السلام کے ہاتھ میں تھی جب کسی نبی کا انتقال ہوتا تو اس کی جگہ دوسرے نبی جانشین ہو جاتے اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور عنقریب میرے بعد خلفاء (ذمہ داران خلافت) ہوں گے اور زیادہ ہوں گے۔ صحابہ نے پوچھا کہ آپ ان کے متعلق ہم کو کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جمہور نے جس کو اول چن لیا ہے اسکے ہاتھ پر بیعت کرو''۔ (متفق علیہ)

بے شک اسلام کے نظامِ حکومت میں خلیفہ کی شخصیت نمایاں ہے مگر ذاتی اور پارٹی کے اقتدار کی خاطر نہیں بلکہ قلمرو خلافت (سرزمین حکومت) کے ہر فرد کی خدمت کے لیے، بلاشبہ اس میں یت کا عنصر روشن ہے لیکن جمہور کے حقوق کی حفاظت کے لیے نہ کہ وضع قوانین (من مانی

قانون سازی) وطرزِ حکومت میں مخالف اور موافق جماعت (حزبِ اختلاف وحزبِ اقتدار) قائم کرنے اور اقلیت واکثریت کی بحث جاری رکھنے کے لیے، اس لیے اسلام کا طرزِ حکومت (خلافت) قدیم وجدید طریقہ ہائے حکومت میں سے کسی کے ساتھ تعبیر نہیں کیا جا سکتا بلکہ وہ ان سب سے الگ ایک ایسا روشن نظام ہے جس میں عدل وانصاف کی یکسانیت اور افرادِ اُمت کی خدمت اصل بنیاد و اساس ہے۔ وہ ایک ایسا ''شوروی نظام'' ہے جس میں خلیفہ راہِ حق کا راہنما بھی ہے اور خلق (خدا) کا خادم بھی، وہ نیابت الٰہی کے منصب سے اگر چہ تمام افرادِ امت کا والی (نگران) ہے لیکن اس کے عزل ونصب (برطرفی وتقرری) میں افرادِ امت دخیل وسہیم (حصہ دار وشریک) ہیں اور وہ مہماتِ امور (بنیادی پالیسی) میں ''شوریٰ'' کا پابند ہے اور اہل الرائے کی مشاورت ہی اس کا ''عزم'' ہے۔ (یعنی پختہ ارادہ ہے جس کے بعد اس کو اللہ پر گہرا اعتماد رکھنا چاہیے۔)

غرض اسلام نے ''خلافت'' کا ایک ایسا نقشہ پیش کیا ہے جس میں امیر و مامور اور خلیفہ اور جماعت کے درمیان ایک لمحہ کے لیے بھی حاکم ومحکوم کا علاقہ قائم نہیں ہونے پاتا اور عدل و انصاف میں مساواتِ عام کو اساس بنا کر جماعتی اور شخصی اقتدار کی جنگ کا خاتمہ کر دیتا ہے۔ چنانچہ حسب ذیل آثار اور احادیث سے امیرِ اسلام کی حیثیت کے متعلق ایک جھلک معلوم ہو سکتی ہے:۔

(۱) ''حسنؒ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو ایک خط لکھا جس میں مذکور تھا ''بلاشبہ رعایا کے اعمال اس وقت تک ''امیر'' کی طرف رجوع رہیں گے جب تک امیر خدا کی طرف رجوع رہے گا اور نیابتِ الٰہی کی ذمہ داری کو ادا کرتا رہے گا۔''

(کتاب الاموال ص5)

(۲) ''حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حضرت معاذ بن جبلؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ یہ فرمائیں کہ اگر ہم پر ایسے (امیر) ''مسلط ہو جائیں جو نہ آپ کی سنت پر عمل کرتے ہوں اور نہ آپ کے ارشادات کی پروا کرتے ہوں تو ان کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہیں کرتا تو مخلوق پر اس امیر کی اطاعت باقی نہیں رہتی۔ (مجمع الزوائد

ج5 ص225)

(۳)''حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں چند کلمات ہیں جن میں حق کہا گیا ہے۔فرمانے لگے: امام پر واجب ہے کہ قرآنِ عزیز کے مطابق فیصلے دے اور امانت کو شعار بنائے۔پس اگر اس نے ایسا کرلیا تو لوگوں پر واجب ہے کہ اس کی سنیں اور اطاعت کریں اور اگر وہ کسی امر کے متعلق بلائے تو اس کو قبول کریں'' (ورنہ نہیں)۔(کتاب الاموال ص5،6)

(۴)''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت میں سے اگر کوئی شخص لوگوں کے معاملات کا والی بنا اور اس نے ان کے معاملات کی اس طرح حفاظت نہ کی جس طرح اپنی اور اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتا ہے تو جنت کی بو بھی نہ پا سکے گا۔'' (مجمع الزوائد ج5)

التزامِ جماعت واطاعتِ امیر

(اجتماعیت سے وابستگی اور نظم وضبط کی پابندی)

پس اگر خلیفہ، امیر یا امام نیابتِ الٰہی کے بنیادی اصولوں کا پابند ہے تو پھر اسلام نے جمہور کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ نیابت الٰہی کے حامل ''خلیفہ'' کی پیروی کریں کیونکہ یہ پیروی اس کی شخصیت کی پیروی نہیں ہے بلکہ درحقیقت اللہ اور اس کے رسول کی پیروی ہے نیز ان کو جماعتی نظم کے ایک عنصر بننے اور روزمرہ کی زندگی میں بھی ''امارت'' کے اس تخیل (ڈسپلن کی پابندی) کو داخل کرنے کو ضروری اور اہم قرار دیا۔ چنانچہ آیاتِ قرآنی اور احادیثِ نبویؐ ان حقائق کے لیے شاہدِ عادل ہیں۔

(۱)''اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور صاحبِ امر (امیر) کی اطاعت کرو۔''

(سورۃ النساء آیت ۵۹)

(۲)''اور اللہ کی پیروی کرو اور اس کے رسول کی اور آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ایسا کرو گے تو تمہاری قوت سست پڑ جائے گی اور ہوا اکھڑ جائے گی۔'' (سورۃ الانفال آیت ۴۶)

(۳)''اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جن کا یہ حال ہے کہ ان کے پاس خدا کی بینات (واضح

نشانیاں) آ میں عمران کے بعد بھی وہ ٹکڑے ٹکڑے ہی رہے۔" (سورۃ آل عمران آیت ۱۰۵)

(۴) "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء انجام دیتے تھے۔ جب ایک نبی کا انتقال ہو جاتا تو دوسرا نبی پہلے کا قائم مقام آ جاتا اور میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور قریب ہے (کہ میرے بعد مسلمانوں کی سیاست) خلفاء انجام دیں گے۔" (بخاری و ترمذی)

(۵) "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تین آدمی اگر چٹیل میدان میں بھی موجود ہوں تو ان کے لیے بغیر اس بات کے کہ اپنے میں ایک کو امیر بنالیں، زندگی گزارنا جائز نہیں ہے۔

(مشکوٰۃ)

(۶) "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اسلام بغیر جماعت کے نہیں ہے اور جماعت امارت کے بغیر نہیں اور امارت بغیر اطاعت و پیروی کے نہیں ہے۔"

(جامع لابن عبدالبر ص62)

(۷) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے فرماتے تھے جو شخص اطاعتِ (امیر) سے باہر ہو گیا اور جماعت سے علیحدہ ہو گیا اس کی موت جاہلیت کی موت ہے۔" (صحیح مسلم ج2 ص128)

(۸) "حضرت عروہؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابو بکرؓ نے خطبہ دیا، اول اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی پھر فرمایا "بعد حمد و صلوٰۃ: میں تمہارا امیر بنا دیا گیا ہوں حالانکہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ لیکن قرآن عزیز نازل ہوا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت (حدیث) کو بیان فرمایا ہم نے ان کو سیکھا اور ان پر عمل کیا اور بلاشبہ تمہارے زبردست میرے لئے اس وقت تک کمزور ہیں جب تک میں ان سے ان پر واجب شدہ حق کو نہ لے لوں اور بلاشبہ تمہارے زیردست میرے پاس اس وقت تک زبردست ہیں جب تک کہ میں ان کا غصب شدہ حق واپس نہ لے لوں۔ اے لوگو! میں (احکامِ اسلام) کا پیرو ہوں۔ کسی بدعت (دین میں من مانی) کا موجد نہیں ہوں۔ پس اگر میں نیکی کی زندگی اختیار کروں تو میری مدد کرو اور اگر کجی اختیار کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔ میں یہی باتیں

کہتا ہوں اور اپنے اور تمہارے لیے خدا سے مغفرت چاہتا ہوں۔" (کتاب الاموال ص 4،5)

(۹) "حضرت سلمانؓ فرماتے ہیں کہ صحیح معنے میں "خلیفہ" وہی ہے جو کتاب اللہ (قرآن) کے مطابق فیصلہ کرے اور رعیت (عوام) پر اس طرح شفقت کرے جس طرح ایک شخص اپنے اہل وعیال پر شفقت کرتا ہے۔ کعب احبارؓ نے یہ سنا تو کہا۔ سلمانؓ نے سچ کہا۔" (الاسلام والحضارۃ العربیہ ج 2 ص 131)

شوریٰ اور اس کی فیصلہ کن حیثیت

اور جس طرح "امتِ مسلمہ" پر لزومِ جماعت (اجتماعیت کی پابندی) اور اطاعتِ امیر (نظم وضبط پر کاربند رہنا) کو ضروری قرار دیا اسی طرح امیر (خلیفہ) پر یہ واجب کیا کہ وہ مہماتِ امور (بنیادی پالیسی) میں اہل حل وعقد (سماج کے معتبر نمائندوں) سے مشورہ کرے اور حسبِ اقتضاء معاملات (معاملات کی نوعیت کے لحاظ سے) جمہور سے بھی مشورہ کرنا (استصواب رائے کرنا) اپنے اہم فرائض میں سمجھے۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے ارشادِ ربانی ہے:۔

"اور ان (صحابہؓ) سے معاملات میں مشورہ کرو اور جب کسی بات پر تمہارا عزم قائم ہو جائے تو پھر صرف اللہ پر بھروسہ رکھو۔" (سورۃ آل عمران آیت ۱۵۹)

علماء اسلام کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے اولوالعزم پیغمبر کے لیے کہ جن پر شب وروز وحی نازل ہوتی رہتی تھی اور اس لیے مشورہ کے محتاج نہیں تھے مشورہ حاصل کرنے کا حکم نازل ہوا تو خلفائے اسلام کے لیے تو یہ امر بلاشبہ وجوب (فرض) کا درجہ رکھتا ہے اور اسی لیے حکومتِ اسلامی کو "شوروی طرزِ حکومت" کہا جا سکتا ہے چنانچہ حافظ ابنِ تیمیہؒ فرماتے ہیں:۔

"امیر (خلیفہ) کو مشورہ کے بغیر چارہ نہیں ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا ہے تو پھر آپ کی ذاتِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا دوسرے تو بہت زیادہ مشورہ کے محتاج ہیں۔" (السیاسۃ الشرعیہ ص 75)

اور جب امیر مشورہ کر لے تو پھر وہ اہل الرائے کے مشورہ کا پابند ہے اس لیے کہ وہ

مشورہ ہی دراصل اس کا وہ عزم ہے جس کا ذکر قرآنِ عزیز نے کیا ہے اور اس مسئلہ میں یہ نصِ صریح، قطعی اور فیصلہ کن ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ آیاتِ قرآنی میں ''عزم'' سے کیا مراد ہے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ ''امیر کا اہل الرائے سے مشورہ کرنا اور پھر اس مشورہ کا پابند ہونا ہی عزم ہے۔''

(تفسیر ابن کثیر و در منثور عن ابن مردویہ بسند حسن)

اور دوسری جگہ ارشادِ الٰہی ہے۔

''اور ان کے (مسلمانوں کے) معاملات باہمی مشورے سے طے پاتے ہیں۔'' (سورۃ شوریٰ آیت ۳۸) اور ان آیات کی وضاحت جس طرح حضرت علیؓ کی حدیث سے ہو چکی ہے اسی طرح حسبِ ذیل کے آثار اور احادیث بھی اس حقیقت کو بخوبی روشن کرتے ہیں کہ اسلام کی نظر میں ''خلافت'' اور ''شوریٰ'' کے درمیان کیا نسبت ہے۔

(۱) ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اگر میں کسی شخص کو بغیر مشورہ کے خلیفہ بناتا تو عبداللہ بن مسعودؓ کو بناتا۔'' (مستدرک حاکم)

(۲) ''حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا کہ خلافت بغیر مشورہ کے ''خلافت'' نہیں ہے۔''

(کنز العمال)

غزوۂ احد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور معمرؔ و جلیل القدر صحابہؓ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے مگر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور نوجوانوں کی رائے یہ ہوئی کہ باہر نکل کر جنگ کی جائے۔ جب آپؐ نے یہ دیکھا کہ اکثریت باہر نکل کر جنگ کرنے کے حق میں ہے تو اسی کے مطابق ''عزمِ جنگ'' کیا اور مسلح ہونے کے لیے حجرۂ مبارک میں تشریف لے گئے۔ اس دوران میں معمر صحابہ نے نوجوانوں کو عار دلائی کہ تم نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عندیہ کا لحاظ کیے بغیر ذاتِ اقدس کو تکلیف میں ڈالا۔ یہ سن کر نوجوان متاثر ہوئے اور معذرت

کرنے کے لیے حجرہ کے سامنے جمع ہوئے۔ آپؐ جب باہر تشریف لائے اور نوجوانوں کی معذرت کو سنا تو فرمایا کہ عزم کے بعد اب نبی کی شان نہیں ہے کہ مقصد حاصل کیے بغیر غیر مسلح ہو جائے چلو اب مدینہ سے باہر ہی میدان جنگ قائم ہوگا۔ (فتح الباری ج 7 باب غزوہ احد)

عراق وشام کی فتح پر خلیفۃ المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے یہ ہوئی کہ ان ملکوں کی زمین کو مجاہدین و غانمین میں تقسیم نہیں ہونا چاہیئے بلکہ یہ خلافت (اسٹیٹ) کی ملک رہے تا کہ ہمیشہ تک کے لیے مسلمانوں کی ضروریات اور رفاہِ عامہ (عوامی مفاد) کے کاموں میں اس کی آمدنی خرچ ہوتی رہے مگر بعض صحابہؓ نے جب اس سے اختلاف کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہلِ حل وعقد سے مشورہ کیا مگر ان میں بھی بات طے نہ ہوسکی اور اختلاف ہنوز باقی رہا۔ تب آپ نے مسجدِ نبویؐ میں ''اجلاسِ عام'' طلب فرمایا اور جمہور کے جمع ہونے پر حمد وثناء کے بعد خطبہ دیا جس کے حسبِ ذیل جملے قابلِ غور ہیں اور ان سے یہ بھی اندازہ ہو جاتا ہے کہ اسلام کے نظامِ حکومت میں ''امیر'' کی امارت اور خلیفہ کی خلافت کی کیا حیثیت ہے؟

''میں نے تم کو خواہ مخواہ تکلیف نہیں دی، بلکہ اس لیے جمع کیا ہے کہ آپ بھی میری اس امانت میں شرکت کریں جو ان امور سے متعلق ہے جس کا بوجھ آپ نے میرے کاندھوں پر ڈالا ہے۔ بلاشبہ میں بھی تمہاری ہی طرح ایک فرد ہوں اور تم آج حق کا اعلان کرو گے۔ جس کو مجھ سے اختلاف ہے وہ صاف صاف اپنی رائے ظاہر کرے اور جس کو واقعی اتفاق ہے وہ اتفاق ظاہر کرے، میں ہرگز یہ نہیں چاہتا کہ آپ میری رائے اور خواہش کی پیروی کریں اس لیے کہ تمہارے پاس خدائے تعالیٰ کی دی ہوئی کتاب (قرآن) ہے جو حق کے لیے ناطق ہے۔ بخدا میں اگر کوئی بات کہتا ہوں تو میرا ارادہ اس گفتار میں حق کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا''۔ (کتاب الخراج ص 25)

مساوات عمومی

نیز اسلام کے نظامِ حکومت میں ''خلیفہ'' کا مقام ''خلافت'' کے ادائے فرائض کے علاوہ ہر ایک شعبہ ہائے زندگی میں ''قانونِ اسلام'' یعنی عدل و آئین کی نظر میں دوسروں کے

مقابلہ میں کوئی برتری نہیں رکھتا اور اس حیثیت میں امیر و مامور اور راعی و رعایا (حکمران و عوام) سب مساوی ہیں۔ چنانچہ مصر کے گورنر حضرت عمرو بن العاصؓ کے بیٹے نے ایک مصری کو کوڑے سے پیٹا، اس نے حضرت عمرؓ کے پاس جا کر شکایت کی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو ان کے بیٹے سمیت مدینہ بلوایا اور ان کی موجودگی میں مصری کو حکم دیا کہ وہ عمرو بن العاصؓ کے بیٹے سے اپنا بدلہ لے۔ عمرو بن العاصؓ دیکھ رہے تھے اور ان کا بیٹا مصری کے ہاتھ سے پٹ رہا تھا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا:۔

''تم نے لوگوں کو کب سے غلام بنالیا۔ حالانکہ ان کی ماؤں نے اُن کو آزاد جنا ہے''۔

حضرت عمرو بن العاص نے عرض کیا:۔

اے امیر المؤمنین! اس واقعہ کی مجھے مطلق خبر نہیں ہوئی اور نہ یہ مصری میرے پاس آیا''۔ (حسن المحاضرہ ج 2 ص 1)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے اپنے تمام عمال (گورنروں) کو موسمِ حج میں بلایا اور پھر تمام لوگوں کو جمع کر کے تقریر فرمائی کہ میں نے ان ''عمال'' کو اس لیے بلایا ہے کہ یہ تمہاری جان تمہارے مال اور تمہاری آبرو کے محافظ ہیں نہ کہ مصیبت و تکلیف پہنچانے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ اس لیے ان میں سے اگر کسی نے بھی کوئی ظلم کیا ہو اور کوئی دادرسی کا خواہاں ہے تو کھڑا ہو کر کہے تاکہ دادرسی کی جائے۔ یہ سن کر صرف ایک شخص کھڑا ہوا کہ فلاں عامل (گورنر) نے بلاوجہ میرے سو کوڑے مارے اور مجھ کو ستایا۔ تحقیقِ حال کے بعد حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اے شخص! تو برسرِ عام اس گورنر کے کوڑے لگا اور اس سے اپنا انتقام لے۔

حضرت عمرو بن العاصؓ گورنرِ مصر نے یہ دیکھا تو کہا کہ آپ ایسا نہ کریں ورنہ عاملین میں عام بددلی پیدا ہو جائے گی اور آئندہ کے لیے یہ دستور بن جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا:۔

''میں کس لیے اس سے بدلہ دلا کر انصاف نہ کروں جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ وہ اپنی ذاتِ اقدس کو بھی بدلہ کے لیے پیش فرما دیتے تھے۔ اے شخص کھڑا ہو اور

اپنا بدلہ لے''۔

تب حضرت عمرو بن العاصؓ نے عرض کیا آپ اجازت دیں تو میں اس مظلوم سے بات کرلوں، حضرت عمرؓ نے اجازت دے دی تو عمرو بن العاصؓ نے اس شخص کو اس بات پر راضی کرلیا کہ ایک کوڑے کے بدلے میں دو دینار قبول کرلے اور اس طرح دوسو دینار دیت دے کر عامل کو چھٹکارا دلایا۔ (کتاب الخراج ص116)

اس روایت میں حضرت عمرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ غزوۂ بدر میں آپ ایک تیر سے مجاہدین کی صفیں سیدھی کررہے تھے۔ سواد بن غزیّہ صف سے پیچھے ہٹے تھے آپ نے چوکا دے کر فرمایا سواد! برابر کھڑے ہو۔

''سواد نے کہا یا رسول اللہ! آپ نے مجھ کو تکلیف دی حالانکہ اللہ نے آپ کو حق و انصاف کے لیے مبعوث کیا ہے۔ پس آپ اجازت دیجئے کہ میں آپ سے بدلہ لوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اپنا بطنِ مبارک کھول دیا اور فرمایا سواد! اپنا بدلہ ضرور لو۔ سواد فوراً آپ کے گلے سے چمٹ گئے اور بطنِ مبارک کو چوم لیا''۔ (البدایہ والنہایہ ج3 ص271)

عدل و انصاف میں مساوات سے متعلق اسلامی خلافت کے سینکڑوں واقعات میں سے نمونہ کے طور پر صرف یہ دو واقعے نقل کیے گئے ہیں۔

معاشی و سماجی مساوات

اب معاشی شعبہ حیات کے چند واقعات بھی ملاحظہ ہوں:۔

(ا) ''حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنائے گئے تو انہوں نے خطبہ میں کہا یہ بات میری قوم بخوبی جانتی ہے کہ میرا کاروبار میرے اہل وعیال کی کفالت سے عاجز نہیں ہے مگر اب میں مسلمانوں کے معاملات (خلافت) میں مشغول کردیا گیا ہوں۔ لہٰذا اب ابوبکرؓ کے اہل وعیال کی ''قوت لایموت'' (زندگی کی بقاء کے لئے ناگزیر خوراک) بیت المال سے ملے گی اور ابوبکرؓ مسلمانوں کی خدمت انجام دے گا''۔ (کتاب الاموال ص266)

(۲) ''اور حضرت عمرؓ (ہر گورنر کو) اس کی ضروریات اور قیام والے شہر کے حالات کے پیش نظر مشاہرہ دیا کرتے تھے''۔ (الاسلام والحضارۃ العربیۃ ج2 ص131)

(۳) ''حضرت عمرؓ نے ابتدائی عہد میں مسلمانوں کو جمع کیا اور فرمایا: خلیفہ کے لیے اس (بیت المال) سے کس قدر لینا حلال ہے۔ سب نے باتفاق کہا اس کو صرف اپنی ضروریات اور اپنے عیال کی ضروریات کے لیے قوت لا یموت لینا چاہیے جس میں کسی قسم کی کمی زیادتی نہ ہونے پائے اور اپنے لیے عیال کے لیے سردی اور گرمی کے کپڑے اور جہاد، روزانہ کی ضرورت، نماز، حج اور عمرہ کے لیے دو سواری کے جانور اور مالِ غنیمت وغیرہ میں سب مسلمانوں کے برابر اس کا حصہ ہے اور بس''۔ ''حضرت عمرؓ نے فرمایا مجھ کو تمہارے مال (بیت المال) میں اتنا ہی حق ہے جس قدر کہ یتیم کے ولی کو یتیم کے مال میں۔ اگر میں رفاہیت (کشادہ دستی) میں ہوں گا تو کچھ نہ لوں گا اور اگر حاجتمند ہوں گا تو دستور کے مطابق کھانے کے لیے لوں گا''۔ (ایضاص 128) اور یہی حضرت عمر رضی اللہ عنہ عام خوشحالی کے لیے یہ جذبات رکھتے اور ان کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے تھے۔ چنانچہ ان کا قول ہے کہ

''قسم بخدا! اگر میں زندہ رہا تو اہلِ عراق کی بیوہ عورتوں کو ایسا کر جاؤں گا کہ میرے بعد پھر وہ کسی امیر کے پاس حاجت مند بن کر پیش نہ ہوں''۔ (کتاب الخراج ص 27)

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ خلیفہ ہونے سے پہلے بڑے شاہانہ انداز میں رہتے تھے۔ لیکن جب خلیفہ بنائے گئے تو یہ حالت تھی کہ ایک راوی کہتا ہے کہ

''پھر میں نے خلافت کے بعد ان کو دیکھا تو ان کی حالت راہبوں کی سی ہوگئی''۔ (ایضاص 17)

یعنی موٹا پہنتے اور موٹا کھاتے تھے اور یہ طبعاً نہ تھا بلکہ خلافتِ راشدہ کے خصوصی امتیاز کے پیشِ نظر تھا۔ (واضح رہے جب گورنر مدینہ تھے تو ٹھاٹھ کے ساتھ رہتے تھے)

جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنائے گئے تو حضرت علیؓ نے ان سے یہ کہا:

''اگر تم چاہتے ہو کہ تم کو اپنے دوست (ابوبکر) کی رفاقت نصیب ہو تو کرتے پر پیوند ہوں،

ازار خستہ ہو، جوتیوں پر پیوند ہوں، موزے پھٹے پرانے ہوں، امیدیں کوتاہ ہو جائیں اور کھانا پیٹ بھر کر نہ کھایا جائے"۔ (ایضاص 15)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نماز جمعہ میں تاخیر سے تشریف لائے اور آ کر یہ عذر پیش کیا کہ میرے پاس ایک جوڑا کپڑوں کا ہے اس کو دھو کر خشک کرنے میں دیر ہو گئی۔ حضرت قتادہ اور حسن (رضی اللہ عنہما) فرماتے ہیں کہ ہم نے حضرت عمرؓ کی اس حالت کو دیکھا ہے کہ ان کے قمیص میں بارہ پیوند تھے اور اکثر پیوند چمڑے کے تھے۔ (اشہر مشاہیر الاسلام ج 1 ص 133)

ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے بعد حمد و ثنا ارشاد فرمایا:۔

"بعد حمد و صلوٰۃ: میں اس امر (حکومت) کا والی ایسی حالت میں بنا دیا گیا کہ میری طبیعت اس ذمہ داری قبول کرنے کو ناپسند کرتی تھی۔ قسم بخدا! میری خواہش یہ ہے کہ اے کاش! تم میں سے کوئی بھی میرے بجائے اس امارت کا بوجھ اٹھالیتا اور مجھے اس ذمہ داری سے بچا لیتا۔ واضح ہو کہ اگر تم مجھے اس پر مجبور کرو کہ میں تمہارے معاملات نبی اکرمؐ کی طرح انجام دوں تو میں اس قابل نہیں کہ آپ کی مثلیت کا حق ادا کر سکوں اس لیے کہ میں تمہاری ہی طرح کا ایک انسان ہوں اور تم میں سے ایک معمولی فرد سے بھی بہتر نہیں ہوں۔ پس تم میری نگہبانی کرو۔ اگر میں راستی اختیار کروں تو میری پیروی کرو اور اگر مجھے کج رو پاؤ تو سیدھا کر دو"۔ (البدایہ والنہایہ ج 6 ص 302، ایضا ج 7 ص 34)

ابو رواحہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطابؓ نے اپنے (گورنروں) کو ایک مرتبہ یہ تحریر فرمایا: "تمام لوگوں کو اپنے نزدیک برابر سمجھو ان میں قریب اور بعید انصاف اور حق کے معاملہ میں سب یکساں ہیں۔ رشوت لینے اور اپنی خواہش کے تابع احکام دینے سے بچو اور اگر غصہ میں کسی سے جائز مواخذہ کرو تو حق پر قائم رہو اور دن کی ایک ساعت بھی حق کے خلاف نہ ہونے پائے"۔

(اشہر مشاہیر الاسلام ج 2 ص 278)

حضرت عمرؓ کا رعایا کی زندگی کو خوشحال بنانے اور ان کے ہر قسم کے حقوق کی حفاظت

کرنے کی انتہائی خواہش کے سلسلہ میں راتوں کو تفتیشِ حالات کے لیے گشت کرنا ایک مشہور تاریخی حقیقت ہے لیکن حضرت عمرؓ اس کو بھی کافی نہیں سمجھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے۔ "اگر میں زندہ رہا تو انشاءاللہ شب کا گشت تمام قلمرو میں پورے سال کیا کروں گا کیونکہ میں یہ جانتا ہوں کہ ہر قسم کی کوشش کے باوجود لوگوں کی بعض حاجات یقیناً پوری ہونے سے رہ جاتی ہوں گی کیونکہ وہ مجھ تک پہنچ نہیں سکتے اور عمال شاید ان کو مجھ تک نہ پہنچاتے ہوں اور اس لیے دو مہینے مصر کا دورہ کروں گا، دو مہینے بحرین کا، اور اسی طرح کوفہ و بصرہ وغیرہ کا۔" (طبری عن الحسن)

ایک مرتبہ صدیق اکبرؓ کی زوجہ محترمہ نے کسی شیریں چیز کھانے کی خواہش ظاہر کی۔ صدیق اکبرؓ نے فرمایا میرے پاس اس قدر گنجائش نہیں ہے کہ تمہاری یہ خواہش پوری کی جا سکے۔ زوجہ محترمہ نے عرض کیا۔ اجازت دیجئے کہ بیت المال سے جو وظیفہ ہم کو ملتا ہے اس میں سے چند روز تک کچھ پس انداز (بچا) کر کے خود کو "حلوہ" کی خریداری کے قابل بنا لیں۔ صدیق اکبرؓ نے اجازت دیدی۔ جب ایک عرصہ دراز تک پس انداز کرتے رہنے کے بعد ایک حقیر رقم زوجہ محترمہ نے پس انداز کر کے صدیق اکبرؓ کو خبر دی تو آپ نے وہ رقم ان سے منگائی اور بیت المال میں داخل کر دی اور فرمایا:

"معلوم ہوا کہ ہم اپنی قوت لایموت سے اس قدر زائد لے رہے ہیں اور یہ کہہ کر اس روز سے بقدر اس کے وظیفہ میں سے کم کر دیا اور گذشتہ کے ہر دن کا حساب لگا کر مقدار زائد کو اپنی ذاتی ملکیت میں سے بطور تاوان بیت المال کو ادا کر دیا۔" (اشہر مشاہیر الاسلام ج 1 ص 93)

صدیق اکبرؓ جب خلیفہ بنائے گئے تو ایک روز وہ اپنے ہاتھ پر چند چادریں ڈالے ہوئے بازار جا رہے تھے، راہ میں حضرت عمرؓ ملے انہوں نے کہا کہ "ولی الامر" بننے کے بعد یہ تجارتی کاروبار کیسا؟ صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ آخر میں اہل و عیال کی معاش کی کیا سبیل کروں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ آپ چلئے ابو عبیدہؓ (نگران بیت المال) آپ کی ضروریات دیکھ کر بیت المال سے وظیفہ کی مقدار متعین کر دیں گے۔ چنانچہ دونوں حضرت ابو عبیدہؓ کے پاس پہنچے۔ انہوں نے

فرمایا کہ میں یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ آپ کو، ایک عام مہاجر کو جو وظیفہ ملتا ہے وہی دیا جائے نہ زیادہ نہ کم اور گرمی جاڑے کے کپڑے۔ پس دونوں (عمرؓ و ابو عبیدہؓ) نے ابوبکرؓ کے لیے روزانہ خوراک میں آدھی بکری اور اس قدر لباس کہ سر اور پیٹ کو ڈھک سکے مقرر کر دیا۔" (ایضا)

ابن سعیدؓ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمانؓ کو اس حالت میں دیکھا کہ دوپہر کے وقت مسجدِ نبویؐ کے صحن میں کچی اینٹ کا تکیہ سر کے نیچے رکھے ہوئے آرام فرما رہے تھے۔ میں نے گھر جا کر اپنے والد سے دریافت کیا کہ ایسا حسین و جمیل شخص اس حالت میں کون تھا جو مسجد میں لیٹا ہوا تھا؟ والد نے کہا یہ امیر المؤمنین عثمانؓ ہیں۔ (ابن کثیر ج 7 ص 213)

ابو الفرات کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ نے کسی بات پر غصہ میں اپنے غلام کا کان پکڑ کر مروڑ دیا مگر فوراً ہی بعد غلام سے کہا کہ مجھ سے غلطی ہوئی تو بھی میرا کان پکڑ کر مروڑ تا کہ بدلہ پورا ہو جائے۔ باصرار کہنے پر غلام نے معمولی طور پر کان کو ہاتھ لگا دیا فرمایا نہیں خوب زور کے ساتھ مروڑ اور پھر فرمایا:۔

"وہ بدلہ کس قدر اچھا ہے کہ دنیا میں ہی لے لیا جائے اور آخرت میں اس کا وبال (بدلہ) نہ بھگتنا پڑے۔" (اشہر مشاہیر الاسلام ج 4 ص 749)

ایک مرتبہ اپنے عمال (گورنروں) کو تحریر فرمایا:۔

"بعد حمد و صلوٰۃ۔ بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے امام یا امیر کو یہ حکم فرمایا ہے کہ وہ قوم کے نگہبان اور چرواہے ہوں اور ان کو اس نے اس لیے امیر نہیں بنایا کہ وہ قوم کو ٹیکسوں کے بوجھ سے دبا دیں۔" (ایضا ج 4 ص 751)

اور ابن عبد البر نے استیعاب میں نقل کیا ہے کہ عبداللہ بن ابی ہذیل کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؓ کو خلافت کے زمانہ میں اس حال میں دیکھا ہے کہ ان کے بدن پر ایک موٹا کرتا تھا جو پرانا بھی تھا۔ اور ایک روایت میں یہی کہتے ہیں کہ میں نے کوفہ کی مسجد میں حضرت علیؓ کو دیکھا کہ وہ موٹی چادروں میں لپٹے ہوئے تھے، ایک کو باندھ رکھا تھا اور دوسری کو اوڑھے ہوئے تھے اور

بازاروں میں تقویٰ، صدق گفتاری، حسنِ معاملات وغیرہ کی تلقین فرماتے پھرتے تھے۔

(حیات ابی طالب ص110)

اور ابونعیم نے حلیہ میں نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ بیت المال میں سونا چاندی بہت زیادہ آیا اور بیت المال پر ہو گیا تب آپؓ نے اس کو مستحقین میں تقسیم کر دیا اور جب کچھ نہ رہا تو جھاڑو دلا کر وہاں دو رکعت نماز ادا کی اور فرمایا یہ اس لیے کیا کہ یہ زمین قیامت میں میری شہادت دے اور ایک روایت میں ہے کہ آپؓ نے فرمایا لوگو! میں نے تمہارے مالِ فے (دشمن سے بغیر جنگ حاصل ہونے والا مال) میں سے کچھ بھی نہیں لیا۔ صرف یہ ایک شیشی ضرور لی ہے جو دراصل میرے آزاد شدہ غلام دہقان (کسان) کے حصہ میں آئی تھی اور اس نے مجھ کو ہدیہ کر دی ہے۔ (ایضا)

حکومت برائے خدمت

''امارت'' و ''خلافت'' کا یہی تصور اور اس کی عملی ذمہ داریوں کا یہی نقشہ ہے کہ جسکی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشاداتِ عالیہ میں یہ واضح فرما دیا ہے کہ جو شخص اس ذمہ داری کا اہل نہ ہو اور وہ اپنی زندگی کو تج کر (قربان کر کے) پبلک خدمت کے لیے وقف نہ ہو سکے وہ محض اقتدار کی خاطر اس کو قبول نہ کرے ورنہ خدا کے سامنے ذلیل و رسوا ہونا پڑے گا۔

(۱) حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ مجھے آپ عامل (گورنر) کیوں نہیں بنا دیتے۔ فرمایا تم کمزور ہو اور یہ ''امانت'' ہے اور بلاشبہ یہ قیامت کے دن رسوائی اور ندامت کا باعث ہوگی مگر یہ کہ کوئی اس کے حقوق و فرائض کے ساتھ اس کو لے اور ٹھیک ٹھیک ان حقوق و فرائض کو انجام دے۔'' (صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ)

(۲) ''حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہؓ فرماتے ہیں مجھ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''اے عبدالرحمٰن! تم کبھی ''امارت'' کی خواہش نہ کرنا اس لیے کہ اگر تم کو بغیر خواہش اور طلب کے ''امیر'' بنا دیا گیا تو اللہ تعالیٰ کی جانب سے تمہاری مدد اور اعانت کی جائے گی اور اگر تمہارے

سوال پر تم کو امارت دی گئی تو اس کا سارا بوجھ تم ہی پر ڈال دیا جائے گا۔ (متفق علیہ، باب الامارۃ)

(۳) ''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہ وقت قریب ہے کہ بلاشبہ تم امارت (خلافت) پر متمکن ہونے کے لالچی بن جاؤ گے اور یقیناً وہ قیامت کے دن تمہارے لیے ندامت کا باعث ہوگی۔'' (صحاح ستہ الا النسائی)

اور اسی مقدس تعلیم کا یہ نتیجہ تھا کہ ''خلفاءِ راشدین'' خلافت کے حقوق و فرائض کو بدرجہء اتم (بھرپور طریقے سے) انجام دینے کے باوجود بھی یہی محسوس کرتے رہے کہ ہم اس اہم خدمت سے پوری طرح عہدہ برآ نہ ہو سکے اور اس لیے خدائے تعالیٰ کے یہاں جواب دہی کے خوف سے لرزہ براندام نظر آیا کئے۔

سیوطیؒ نقل کرتے ہیں کہ عبدالرحمٰن بن عامر کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ فریضہء خلافت کی اہمیت اور ذمہ داری کو جب زیادہ محسوس فرماتے تو زمین سے مٹی اٹھا لیتے اور فرماتے۔

''اے کاش! میں مٹی ہوتا بلکہ کچھ بھی نہ ہوتا اور میری ماں مجھ کو نہ جنتی۔'' (اشہر مشاہیر الاسلام ج 2 ص 451)

اور آخر وقت میں جب لوگوں نے آپ کی خلافت کے زمانہ کے مناقب بیان کر کے ان کو آخرت کے اجر کی بشارتیں سنائیں تو فرمانے لگے:۔

''اور میں تو یہی محبوب رکھتا ہوں کہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کے یہاں اس امر خلافت کے مواخذہ سے برابر سرابر نجات پا جاؤں نہ مجھ سے مواخذہ ہو اور نہ انعام ملے۔'' ایضاً ج 3 ص 277)

ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ساری رات مصلّٰی پر بیٹھے روتے رہے صبح کو زوجہء محترمہ نے اس غیر معمولی رنج و غم کا حال دریافت کیا تو فرمایا:۔

''میرا حال یہ ہے کہ اسود و احمر (سیاہ و سرخ فام) تمام امتِ مسلمہ کا میں والی ہوں تو میں سوچتا ہوں کہ دور دور اقطاع و امصار (دیہات و شہر) میں ایسے ناتواں مسافر ہوں گے جو قناعت اور تنگ حالی کی وجہ سے برباد ہو رہے ہوں گے۔ بہت سے محتاج فقیر، بہت سے مجبور قیدی اور اسی طرح

بہت سے کمزور ناتواں ہوں گے۔ پس مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں مجھ سے ضرور سوال کرے گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب سے ضرور مجھ سے جھگڑیں گے سو میں ڈر رہا ہوں کہ اس وقت اللہ کے حضور میں کوئی عذر پیش نہ کر سکوں گا اور نہ محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم کے سامنے کوئی حجت لا سکوں گا تو یہ رنج و غم اسی خوف کی وجہ سے ہے۔" (کتاب الخراج ص 17)

الحاصل یہ ہے "اسلامی حکومت" کا وہ مختصر خاکہ جو خلافت اور نیابتِ الٰہیہ کے نام سے قائم ہوتی اور جماعت کے نظامِ اجتماعی کے مذہبی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی حقوق و فرائض میں راعی اور رعیت یا امیر اور مامور (حکمران و عوام) غرض جماعت کے ہر فرد کو "مساواتِ عدلی" کی ترازو میں وزن کرتی ہے اور اسی ماحول میں ایسے "اقتصادی اور معاشی نظام" کو بروئے کار لاتی ہے جس کے "صالح" ہونے اور اس کی بدولت جماعت کے ہر فرد کے خوش حال ہونے اور مطمئن زندگی بسر کرنے میں کسی قسم کے ریب و شک کی گنجائش باقی نہیں چھوڑتی۔

قابل نفرت نظام حکومت

اور اس کے برعکس اس نظامِ حکومت کو اسلام "ملعون" قرار دیتا ہے جو انسانوں کے درمیان اس لیے بروئے کار لایا جاتا ہے کہ اس سے کسی شخص واحد کی یا کسی پارٹی اور جماعت کی اغراض کو پورا کیا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے انسانوں کے درمیان اور خدا کی مخلوق کے مابین اخوت و مواسات اور باہمی ہمدردی کے بجائے ظالم اور مظلوم کا تعلق قائم ہوتا اور ایک دوسرے کے خلاف معاشی دستبرد (لوٹ مار) یا جماعتی رقابت (گروہیت) اور یا طبقاتی جنگ کے نمایاں کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوتا ہو۔ چنانچہ اسی قسم کے نظامِ حکومت کے متعلق قرآنِ عزیز نے اس طرح ذکر کیا ہے:۔

"بلاشبہ فرعون نے (خدا کی) زمین میں اودھم مچا رکھا ہے اور اس کے (مصر کے) باشندوں میں پھوٹ ڈال کر اس نے پارٹیاں بنا دی ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو کمزور کرتا رہتا ہے۔ ان کے لڑکوں کو ذبح کرتا اور ان کی لڑکیوں کو (باندیاں) بنانے کے لیے زندہ رکھتا ہے، بیشک وہ مفسدوں میں سے ہے اور ہم نے ارادہ کر لیا ہے کہ جو (زمینِ مصر) میں کمزور ہیں ان پر

احسان کریں اور ان کو (قوموں کا) پیشوا بنائیں اور (اپنی زمین کا) ان کو وارث بنائیں۔"

(سورۃ القصص آیت نمبر ۴)

فرعونی اور طاغوتی طریقِ حکومت کا یہی سب سے بڑا نمایاں امتیاز ہے جو "حکومتِ ربانی" کے مقابلہ میں اپنے اسلحہءِ شر و فساد سے مسلح ہو کر سامنے آتا ہے کہ وہ بادشاہ، ڈکیٹر یا صدر جمہوریہ اور یا کسی پارٹی اور جماعت کے ذاتی اقتدار کی ترقی کے لیے ایسے قوانین بناتا ہے کہ جس سے قلمرو حکومت کے مختلف عناصر میں پھوٹ ڈالی جائے اور کسی کو کمزور اور کسی کو قوی بنا کر جماعتی رقابت (گروہیت، فرقہ واریت، نسل پرستی، طبقہ واریت وغیرہ) پیدا کی جائے تا کہ اخوتِ عام اور ہمہ گیر مواسات کبھی بروئے کار نہ آ سکیں اور خدا کی یہ تمام مخلوق ایک کنبہ اور ایک برادری نہ بن سکے۔ اسی لیے نائبینِ خلافت ہمیشہ عمالِ خلافت کو تنبیہ کرتے رہتے تھے کہ ایسا نہ ہو کہ حکومتِ حقہ (خلافت) حکومتِ طاغوتی کی شکل اختیار کر لے۔

ایک موقع پر حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو لکھا:

بعد حمد و صلوٰۃ! یہ واضح رہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہتر والی وہ ہے جس کی رعایا خوش حال اور امن کے ساتھ ہو اور سب سے بدبخت والی وہ ہے جس کی رعایا بدحال اور پریشان حال ہو۔ تجھ کو کجی سے بچنا چاہیئے تا کہ تیرے کارندے (ماتحت افسر) بھی ظلم و کجی نہ کر سکیں۔"

اور اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بار بار اس قسم کے ارشاداتِ گرامی سے متذکرہ بالا حقیقت کو واضح فرماتے رہے:۔

(۱) "آگاہ ہو کہ تم سب انسان اولادِ آدمؑ ہو اور آدمؑ کو خدا نے مٹی سے پیدا کیا ہے۔" (تفسیر ابن کثیر، سورۃ الحجرات)

(۲) "تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کا کنبہ ہے۔ پس اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب وہ شخص ہے جو اس کے کنبہ کے حق میں مفید ہو۔" (جامع صغیر ج 1 بحوالہ طبرانی)

بہر حال اسلام نے نظامِ حکومت کا جو نقشہ تیار کیا ہے اس میں نہ مذموم سرمایہ داری کا گزر ہو سکتا ہے اور نہ طبقاتی جنگ کا امکان ہے۔ اس کا معاشی نظام نہ افراد کے انفرادی حقوق کو سلب کر

کے تعطّل و جمود پیدا کرتا ہے اور نہ افراد کو جماعتی زندگی سے کاٹ کر بالکل آزاد چھوڑتا ہے اور بلاشبہ اس کا معاشی نظام نفع بازی کی بنیادوں پر نہیں بلکہ انسانوں کی حاجت روائی کی اساس پر قائم ہے۔

> اس کی معیشت کا دستر خوان فاتح و مفتوح، آزاد و غلام، اسود و احمر (سیاہ و سرخ فام) اور مسلم و کافر سب کے لیے وسیع ہے۔ وہ زیردستوں پر اربابِ قوت کو مسلط نہیں ہونے دیتا اور اربابِ دولت کو حصولِ دولت میں اس طرح آزاد نہیں چھوڑتا کہ وہ غریبوں کو اپنا آلۂ کار بنالیں وہ سب کو بخشتا ہے اور کسی کو محروم نہیں کرتا اور مزدور کاشت کار ہی نہیں بلکہ ہر زیردست کو بلند کرتا اور جماعت کے ہر فرد کے درمیان اخوتِ عام اور عالمگیر مواسات (ہمدردی) کا رشتہ قائم کرتا ہے۔

مولانا ابوالکلام (آزاد) نے کیا خوب لکھا ہے:۔

''اسلام نے سوسائٹی کا جو نقشہ بنایا ہے اگر ٹھیک ٹھیک قائم ہو جائے اور صرف چند خانے ہی نہیں، بلکہ تمام خانے اپنی اپنی جگہ بن جائیں تو ایک ایسا اجتماعی نظام پیدا ہو جائے گا جس میں نہ تو بڑے بڑے کروڑ پتی ہوں گے نہ مفلس ومحتاج طبقے، ایک طرح کی درمیانی حالت غالب افراد پر طاری ہو جائے گی۔'' (ترجمان القرآن ج2)

غرض اس کا معاشی نظام عام خوش حالی اور رفاہیت وطمانیت کا کفیل اور ذمہ دار ہے اور یہی ''کفالت'' معاشی نظام کی ضرورت کا ''حاصل'' ہے۔

شاہ ولی اللہ میڈیا فاؤنڈیشن کی دستیاب مطبوعات

دین کے معاشی نظام میں محنت کی قدر و قیمت	مفتی عبدالخالق آزاد
اجتماعی مسائل کا ولی اللّٰہی حل	جناب مقبول عالم (بی اے)
شعوری تقاضے	مولانا شوکت اللہ انصاری
جدوجہد اور نوجوان	شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ
اسلام کا اقتصادی نظام ایک تقابلی جائزہ	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
ولی اللّٰہی تحریک	مولانا سید محمد میاںؒ
امام شاہ عبدالعزیزؒ افکار اور خدمات	مولانا سید محمد میاںؒ
نظام کیا ہے؟	مفتی عبدالخالق آزاد
فرد اور اجتماعیت	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ
عبادت و خلافت	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
حضرت مولانا محمد الیاس کا تصور دین	مفتی سعید الرحمٰن
غلبہ دین اور عبادات	چوہدری افضل حق مرحوم
ثناء خداوندی	چوہدری افضل حق مرحوم
جدوجہد آزادی کا راہنما ادارہ	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
دینی تمدن کی تشکیل نو	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
استعماری مظالم اور ملی تقاضے	شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ
شریعت، طریقت اور سیاست	مولانا محمد الیاس دہلویؒ مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
قرآنی دعوت انقلاب	مولانا عبیداللہ سندھیؒ
دین اور حکومت	مولانا سید سلیمان ندوی
تبدیلی نظام کا ولی اللّٰہی نظریہ	مفتی عبدالخالق آزاد
آزادی	مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

ولی اللّٰہی نظام فکر کی عصری اہمیت	مولانا بشیر احمد لدھیانوی
دین وحدت	مولانا سید سلیمان ندوی
ولی اللّٰہی جماعت کا انقلابی کردار اور ہماری ذمہ داریاں	مفتی عبدالخالق آزاد
آزاد قومی پالیسی کا خاکہ	مولانا سید محمد میاںؒ
عزیمت (۴)	(ادارہ)
عزیمت (۲)	(ادارہ)
مولانا سندھیؒ کا ایک اہم مکتوب	(ادارہ)
جہاد کیا ہے؟	مولانا سید سلیمان ندوی
شاہ عبدالعزیز رائے پوری اور ان کے جانشین	مفتی عبدالخالق آزاد
خانقاہ رائے پور	مفتی عبدالخالق آزاد
عزیمت (۳)	(ادارہ)
غلبہ دین اور اس کے اجتماعی تقاضے	مولانا مختار حسن
تقویٰ کیا ہے؟	مولانا عبیداللہ سندھیؒ
دین حق اور برصغیر کا سامراجی نظام تعلیم	مولانا سید حسین احمد مدنیؒ
ترقی کا مادی تصور	مفتی سعید الرحمٰن
عدم تشدد کی حکمت عملی (اسوۂ حسنہ کا ایک مطالعہ)	مفتی سعید الرحمٰن
عزیمت (۵)	(ادارہ)
تبدیلی نظام کیوں اور کیسے	مفتی عبدالخالق آزاد
ولی اللّٰہی فکر کا تاریخی تسلسل	مولانا عبیداللہ سندھیؒ
اسلام اور گروہیت	مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ
سماجی تبدیلی کی حکمت عملی	مفتی سعید الرحمٰن

پوسٹ بکس نمبر 938 پوسٹ آفس گلگشت ملتان